عطرِ خیال

(عقیدت)

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

شبنم رومانی

عطرِ خیال

(عقیدت)

شبنمؔ رومانی

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

B-306، بلاک 14، گلستانِ جوہر، کراچی
موبائل نمبر: 0332-2668266
sabeehrehmani@gmail.com
www.Naatresearchcenter.com
www.sabih-rehmani.com

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

جملہ حقوق بحقِ شاعر محفوظ

ISBN: 978-969-8918-38-6

کتاب ..... عطرِ خیال
شاعر ..... شبنم رومانی
تدوین، ترتیب، تزئین ..... فیصل عظیم
سنِ اشاعت 2017ء
تعداد 500
طباعت ..... فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی
ناشر ..... نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

انتساب

مرے حضورؐ نہایت جمیل تھے، بخدا!
سو کائنات کا سارا جمال حاضر ہے
مرے حضورؐ دلوں میں اُتر کے بولتے تھے
سو اِس فقیر کی اَدنیٰ مثال حاضر ہے
مرے حضورؐ کو خوشبو پسند تھی شبنمؔ!
سو ظرفِ حرف میں "عطرِ خیال" حاضر ہے
مرے حضورؐ کی فیاضیوں کا شُہرہ تھا
سو اِس فقیر کا دستِ سوال حاضر ہے

یقیں مدینۂ امن و امان پر رکھا
قدم زمیں پہ نہیں آسمان پر رکھا

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

اشاریہ

درِ کعبہ پر ______ فیصل عظیم ______ 11
عطرِ خیال کی جاں بخش مہک ______ ڈاکٹر عزیز احسن ______ 15

حمدِ باری تعالیٰ

تجھے دیکھ لوں ______ 27
اللّٰھمّ لبیک ______ 29
ہاں اور نہیں کے درمیاں ______ 33

ثنائے محبوب

قطعہ — 36
دبے پاؤں سفر — 37
لوحِ دل، خونِ جگر، طبعِ منور چاہیے — 39
کریں زیارتِ سرکار کی دعائیں ہم — 40
ورد کرتا ہوں میں صبح و شام آپ کا — 41
انسان ہیں وہ بھی، مگر — 42
حرفِ نسبت — 45
جب نفس گم کردہ اس در سے گزر جاتا ہوں میں — 49
عشق کیا ہے، اپنے اندر کی اگر تابش نہیں — 50
گریہ جو میں نے صبح و مسا روز و شب کیا — 51
نام اُن کا جو حرزِ جاں نہیں ہے — 52
کوئے جاناں حاصلِ دنیا نظر آنے لگا — 54
جو دیکھی وادیٔ طیبہ، عجب عالم وہاں دیکھا — 55
اس گھڑی صحرا سے اُبھرا اک انوکھا آفتاب — 56
ڈوبا ہوا مدحت میں اگر دل نہیں کوئی — 57

وہی کریں گے شفاعت شکستہ جانوں کی — 58
پیغامِ حقیقت ہے کہ درسِ نبویؐ ہے — 59
رکھا ہے رحلِ دل پہ صحیفہ جنوں کا — 61
زیست جب تک اُن کے خد و خال میں آئی نہ تھی — 62
ثبوتِ حق کی جو دانشوروں سے بات ہوئی — 63
جمالِ بے حد کی حد محمدؐ — 64
وہ اور میں — 65
دل محوِ بیاضِ سحر و شام ہی گزرا — 67
یہ مجھ سے نہ پوچھو کہاں ہیں محمدؐ — 68
انھیں کا نام، صبح و شام، ہم آہنگِ جاں آئے — 69
عرب کے دل سے جو پھوٹی تھی زندگی کی کرن — 70
محبت کی علامت ہے، وفا کا استعارا ہے — 71
طیبہ، مراطیبہ، مدنیت کا نمونہ — 72
تضمین — 73
میں تو ایک اک لفظ لکھتا ہوں ادب سے، پیار سے — 76

آقا یہ نعت آپؐ کے مدحت رقم کی ہے ______ 77
شبنم سارومانی شاعر اور مدحِ سرکارؐ ______ 78
ہم تو وحشی تھے، ہمیں آتا تھا وحشت کرنا ______ 79
مدحت کا فریضہ ہو مبارک دل و جاں کو ______ 80
قطعہ ______ 81
قطعہ ______ 82

مناقب

صدیقِ اکبرؓ ______ 85
فاروقِ اعظمؓ ______ 87
حضرت علیؓ ______ 89
کربلا ______ 91
حضرت عباسؓ علم دار ______ 93
منقبت ______ 95
منقبت ______ 97
سلام ______ 98

منقبت ______ 100
امام حسینؓ ______ 101
امام حسینؓ ______ 102
امام حسینؓ ______ 104
امام حسینؓ ______ 106
امام حسینؓ ______ 108
دن آفتاب کا ہے، شب ماہتاب کی ہے ______ 109
منقبت ______ 110
منقبت ______ 111

ربّنا

معبود! ذوق و شوقِ عبادت قبول کر۔ سورۃ بقرہ ______ 114
اے مرے منعم مرے پروردگار۔ سورۃ المائدہ ______ 116
جو تو نہ بخشے تو دل چاک چاک ہو جائیں۔ سورۃ الاعراف ______ 117
سوانحی خاکہ ______ 119

ایک مصرع جو تری شان کے شایاں ہو جائے
کلمہ حرف پڑھے ' لفظ مسلماں ہو جائے

فیصل عظیم

درِ کعبہ پر

یہاں جو بھی شے ہے' کمال اُس کا طے ہے
ہوا باندھ دی ہے پرندے کے پر میں
(شبنمؔ رومانی)

شبنمؔ رومانی صاحب' میرے والد' میرے استاد بھی تھے اور میرے پسندیدہ ترین شاعر بھی ۔ اُن کی شاعری اور اُن کی زندگی میرے لیے مشعلِ راہ ہے اور رہے گی ۔ میں شاگرد' شاعر اور قاری کی حیثیت سے اُن کے کلام کا' اُن کے طرزِ اظہار کا بڑا مدّاح ہوں ۔ غزل کی صنف تو خیر اُن کی پہچان ہے' مگر مجھے اُن کی حمد' نعت' سلام اور منقبت بھی اتنے ہی پسند ہیں اور اپنی طرف اسی شدّت سے کھینچتے ہیں جیسا کہ اُن کی غزل اور نظم ۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے اِس کلام میں عقیدت کا وفور ہی نہیں' خیال کی ندرت بھی ہے اور اُن کا شعری اُسلوب بھی اِن اصنافِ سخن میں بڑی شدت اور محبت سے اپنا اعلان کرتا ہے' مثلاً یہ دو اشعار دیکھیے ۔

زمیں کی طرح میرا سر گھومتا ہے
کہاں طاقتِ حمدِ باری بشر میں
لوحِ دِل ' خُونِ جگر ' طَبعِ مُنوّر چاہیے
نعت لکھنے کے لیے جبریلؑ کا پر چاہیے

انھوں نے کہا تھا

شبنم کی شاعری کا اگر تجزیہ کرو
مرزا عظیم بیگ کے تیور نہ دیکھنا

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

تو بات یہ ہے کہ شبنم صاحب' مرزا عظیم بیگ چغتائی کے تیور بھی رکھتے تھے اور شبنم رومانی کی نزاکت اور حساسیت بھی اور ان سب کے ساتھ عقیدت ان کی شخصیت کا ایک لازمی جزو تھی۔ وہ رومانی بھی تھے اور رحمانی بھی۔ حلقۂ رحمانی سے وابستگی کے سبب وہ حلقے کے سالانہ نعتیہ اور منقبتی مشاعروں کا انتظام کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ محمد فاروق صاحبؒ (محبوب رحمانی) کی ارادت' نسبت اور صحبت اُن کی زندگی کا ایک ایسا باب ہے جس نے اُن کے اندر عشقِ خدا اور عشقِ رسولؐ کے ''اظہار'' کے جذبے کو اور مہمیز دی۔ ''حرفِ نسبت'' نعت اور منقبت پر مبنی اُن کی پہلی کتاب' اس بات کی گواہی ہے۔ وہ محبت میں محبت کے قائل تھے' اُس جنون کے نہیں جو محبت میں قربانی دینے کے بجائے اوروں کی قربانی لینا چاہے' اور زیرِ نظر مجموعۂ کلام اس بات کا ثبوت ہے۔

میں نے جو یہاں حلقۂ رحمانی سے ان کی نسبت کا خصوصی ذکر کیا تو دراصل یہ ان کے اندر کے رحمانی کی جانب اشارہ کرنے کی تمہید تھی' یعنی اُن کی طبیعت رحمانیت اور رومانیت کا امتزاج تھی اور یہی حُسن حمدیہ اور نعتیہ کلام میں اُن کے اسلوب کا جزوِ خاص ہے۔ وہ خدا کو حسن سے تعبیر کرتے اور اس کی پہچان کو جمال میں تلاش کیا کرتے تھے۔ وہ اکثر اللہ کے جمال کا ذکر کرتے اور اُسے جلال سے زیادہ جمال میں ڈھونڈنے کی تلقین کرتے تھے۔ اب یہی شعر دیکھ لیجیے کہ جس کے پس منظر میں بوڑھی ماں کو حج کرانے کا ذاتی تجربہ بھی ہے' بچے کے لیے پانی کی تلاش میں ماں کی سعی کی حکایت بھی اور خدا کی محبت کا آئینہ بھی جو ماں سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔

ماں کے قدموں کی صدا گونج رہی ہے اب تک
سعیٔ مشکور نہیں ہے تو محبت کیا ہے

میں سمجھتا ہوں کہ رحمانی کی یہ اصطلاح اُن کے عشقِ رسولؐ کے جذبے کی بھرپور ترجمان تھی جو اُن کی باتوں میں بھی نمایاں تھی اور کلام میں بھی نمایاں ہے۔ نعت سے اُن کی جذباتی وابستگی ہی کا اثر ہے کہ جب ڈاکٹر محمد علی صدیقی صاحب اُن کی تعزیت کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے جہاں بڑی محبت سے شبنم صاحب کے حوالے سے مجھ سے کئی اور باتیں کیں' وہیں اُن کو ''سچے عاشقِ رسولؐ'' کے عنوان سے بھی یاد کیا۔

شبنم سا رومانی شاعر' اور مدحِ سرکارؐ
محفل والو! اس کو پہنا دو پھولوں کے ہار

شبنم صاحب خود بھی اپنا نعتیہ مجموعہ شائع کرنا چاہتے تھے مگر اُن کی زندگی میں ایسا نہ ہو سکا۔ صبیح رحمانی صاحب کا شبنم صاحب سے تعلق بہت پرانا ہے اور اس حوالے سے مجھے بھی ان سے ایک خاص تعلقِ خاطر ہے۔ ہمارے گھر اُن کا اکثر آنا ہوتا تھا۔ وہ ابو سے ملنے آتے اور جب آتے' ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ ہمیشہ ساتھ لاتے۔ ابو بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے اور اکثر ان کی شاعرانہ صلاحیت بالخصوص نعت گوئی کو سراہتے تھے اور فروغِ نعت کے لیے ان کے کاموں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ یوں میرا اُن سے ایک دیرینہ قلبی تعلق تھا اور ہے۔ جب میں پاکستان سے ہجرت کر کے شمالی امریکہ آ گیا تو یہ صحبت بھی برہم ہوئی مگر بھلا ہو ٹیکنالوجی کا کہ بالآخر اُن سے فیس بک پہ رابطہ رہنے لگا۔ پھر کچھ یوں ہوا کہ شبنم صاحب کی ساتویں برسی پر صبیح رحمانی صاحب کا پیغام ملا کہ وہ ''عطرِ خیال'' کے نام سے جو نعتیہ مجموعہ شائع کرنا چاہتے تھے' وہ اب شائع ہو جانا چاہیے اور ساتھ ہی انھوں نے اسے شائع کرنے کی پیشکش بھی کر دی۔ دعائیں یوں بھی قبول ہوتی ہیں! چنانچہ میں نے مسودے کے لیے کلام اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اِس کے کچھ دن بعد صبیح بھائی کینڈا آئے اور میں اُن کی قدم بوسی کے لیے گیا تو اُسی ملاقات میں یہ طے پایا کہ کتاب کی اشاعت کا کام فوراً شروع کیا جائے۔ اندھا کیا چاہے' دو آنکھیں! بس وہیں سے میں نے اس کتاب پر کام کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔

شبنم صاحب نعتوں کے ساتھ حمد' سلام اور منقبت کو بھی یکجا کر رہے تھے' جنھیں وہ کتابی شکل دینا چاہتے تھے۔ لہٰذا میں نے بھی یہ کام وہیں سے شروع کیا جہاں شبنم صاحب نے چھوڑا تھا' یوں کہ لیجیے کہ میں نے ۲۰۱۶ میں اُنہی کی غائبانہ رہنمائی میں یہ کتاب مرتب کرنا شروع کی۔ البتہ میں نے ایک کام اس سلسلے میں اور کیا اور وہ یہ کہ حتی الامکان کوشش کی کہ اُن کا تمام حمدیہ اور نعتیہ کلام اس کتاب میں شامل ہو جائے اور اسی مقصد کے تحت اُن کی وہ نعتیں بھی اس کتاب میں شامل کر لیں جو شبنم صاحب نے خود محفوظ نہیں کی تھیں مگر کہیں اور شائع ہو چکی تھیں۔ اِس کام کے لیے تمام ممکنہ ذرائع سے استفادہ کرنے کی کوشش بھی کی اور جہاں جہاں اُن کا کلام مل سکا' اُسے یکجا

بھی کیا مگر مجھے احساس ہے کہ اس سلسلے میں مزید تلاش کی ضرورت ہے‘ شاید کچھ اور کلام بھی رسائل میں موجود ہو جو فی الوقت مجھے مل نہیں سکا ہے۔ اِس دوران میری کوشش رہی کہ شبنمؔ صاحب نے جن اشعار یا مصرعوں کو خود کسی بنیاد پر اس انتخاب سے نکالا‘ تبدیل کیا یا قلم زد کیا‘ اُن اشعار یا مصرعوں کو انتخاب کا حصہ بنانے کے فیصلے میں شبنمؔ صاحب کے اپنے انتخاب کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ اِسی طرح اُن کا جو کلام ایک سے زیادہ جگہ موجود ہے‘ اسے یکجا کر کے ان تمام نسخوں کا موازنہ کیا اور کوشش کی کہ اس کی آخری شکل ہی کتاب میں شامل کی جائے مگر بعض جگہ اس کا تعین مشکل تھا‘ لہٰذا ایسی صورت میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں پہ درج یا کسی بھی صورت میں دستیاب تاریخی حوالوں سے یا پھر خود شبنمؔ صاحب کے ہاتھ کی تحریر سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ مصرعے یا شعر کی آخری شکل کیا ہے۔ اِس کام میں مجھ سے کچھ کوتاہیاں بھی ضرور ہوئی ہوں گی لہٰذا جو غلطی یا کمی رہ گئی ‘اس کا علم ہو جائے تو آئندہ کسی جگہ اسے ریکارڈ پر لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک بات اور! شبنمؔ صاحب نے پی ٹی وی کے لیے اسماء الحسنٰی پر اور قرآن کے موضوع پر قطعات بھی تضمین کیے تھے مگر کوشش کے باوجود وہ تحریری شکل میں یا ریکارڈنگ کی صورت میں فی الحال دستیاب نہیں ہیں‘ چنانچہ میں اُنھیں اِس کتاب میں شامل نہیں کر سکا۔ یوں بھی‘ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو‘ اُن قطعات کی تعداد غالباً اتنی تو ہے کہ دستیابی کی صورت میں وہ بجائے خود ایک کتاب کی شکل میں بھی شائع کیے جا سکتے ہیں‘ لہٰذا جب بھی ایسا ممکن ہوا‘ انشاء اللہ انہیں بھی کتابی شکل دینے کی کوشش کروں گا۔ پھر کچھ منقبتیں بھی ہیں جو عدم دستیابی کے باعث یہاں شامل نہیں ہو سکیں۔ اِس سلسلے میں احباب سے گزارش ہے کہ اگر انہیں شبنمؔ صاحب کا ایسا کلام کہیں نظر آئے جو اِس کتاب میں شامل نہ ہو‘ تو مجھ تک پہنچا کر ممنون ہونے کا موقع دیں۔

میں صبیحؔ رحمانی صاحب سمیت تمام احباب کا ممنون ہوں جنھوں نے اس پورے عمل میں میری رہنمائی کی اور وقتاً فوقتاً اُن لوگوں کی مدد میرے شاملِ حال رہی۔ چنانچہ بزرگوں اور ساتھیوں‘ خصوصاً صبیحؔ بھائی کی عنایات اور محبتوں کے سائے میں ان کاوشوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے اور بارگاہِ اقدس میں بصد عجز حاضر ہے‘ گر قبول افتد۔

☆☆☆

ڈاکٹر عزیز احسن

”عطرِ خیال“ کی جاں بخش مہک!

احساسات کا تموج، جذبات کا بہاؤ، محبت کا والہانہ پن، عقیدت کے نذرانے پیش کرنے کا قوی تقاضا۔ جب یہ سب کچھ یک جا ہو جائے تو شاعرانہ جبلت (Instict) کے تحت شعرِ عقیدت کہنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ شعر کہنے کے لیے جبرِ اندروں کے ساتھ ساتھ زبان و بیان پر قدرت اور شاعرانہ رویہ (Poetic Approach) جس شاعر کو بھی میسر آجائے وہ دنیائے سخن گوئی میں نمایاں، کامیاب اور ممتاز ہو جاتا ہے۔

شبنم رومانی نے بھرپور شاعرانہ شخصیت پائی تھی۔ انھوں نے رومانی ہونے کے تمام شواہد کو شعری پیکر عطا کیے۔ ان کا شاعرانہ تشخص ظاہر کرنے کے لیے، غزل کا صرف ایک شعر ہی پیش کر دینا کافی ہے:

بیعتِ حُسن کی ہے میں نے بھی
صاحبِ سلسلہ تو میں بھی ہوں

اس شعر میں حقیقت و مجاز کے دونوں عکس موجود ہیں۔ شاعر نے اپنی حُسن پرستی کا ذکر بھی، روحانی سلسلوں کی روایت کے تناظر میں کیا ہے۔ اس طرح اس کا صاحبِ سلسلہ ہونا ایک افسانوی احساس سے بڑھ کر حقیقی منظر نامہ بن گیا ہے۔

اس ایک شعر کی قراءت ہی سے شبنم رومانی کا شعری مزاج اور ان کے شعری متن میں اسلامی روایت کے عناصر کی آمیزش کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اس شعر کے ذریعے ہم شاعر کی اس صلاحیت کو بھی واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں جو حقیقت کو مجاز کا رنگ دینے اور مجاز کو حقیقت شناس شعری فضا عطا کرنے کے لیے، مبداء فیاض کی جانب سے، اسے ودیعت کی گئی تھی۔

شعر وسخن کی وادی میں قدم رکھنے والا ہر شاعر، پہلے پہل، مجازی محبوب کی تعریف یا اس لے ناروا سلوک کا شکوہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یعنی وہ غزل یا رومانی نظم لکھ کر اپنے احساسات کو ملفوظی جامہ پہناتا ہے۔ احساسات کی یہ تنظیم جب شاعر کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے، تو وہ نکاتِ سخن حُسنِ زبان، جمالِ اظہار اور لفظوں کی پرکھ کے لوازمات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مشق کرتا ہے اور ایک مدت اسی انہماک میں گزارنے کے بعد کہیں جا کر اس قابل ہوتا ہے کہ اسے شاعری کی دنیا میں کوئی پہچان مُیسر ہو۔ شاعری سے وفاداری فن سے استواری چاہتی ہے۔ جو شاعر فکر وفن کی دنیا سے استواری نباہتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ شبنم رومانی بھی ایسے ہی خوش نصیب شعراء میں شامل تھے۔ انھوں نے، بڑی سنجیدگی، بڑے شعور اور زبان وبیان کی آگاہی کے ساتھ، زندگی بھر فنِ شعر کی آبیاری کی...... اور جب انھیں فنِ شعر گوئی پر عبور حاصل ہو گیا تو خوش قسمتی انھیں حمد ونعت ومناقب کی تقدس آمیز فضا میں لے آئی۔ چناں چہ اس فضا کو معطر کرنے کے لیے انھوں نے ''معطرِ خیال'' کشید کیا۔

''معطرِ خیال'' کا ''انتساب'' ہی اتنا پُرکشش ہے کہ میں اس کا حوالہ دیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔

مرے حضور دلوں میں اتر کے بولتے تھے — سو اس فقیر کی ادنیٰ مثال حاضر ہے

اس ایک شعر کی متنی ندرت، اس میں پیش کیے جانے والے خیال کا اچھوتا پن، بیان کی تازگی اور اظہار کی طرفگی اس بات کی دلیل ہے کہ شاعر کے دل کی گہرائیوں میں عظمتِ محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایسا گھر کر لیا ہے کہ اس کا متن (Text) القائی کیفیت کا حامل ہو گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے جمالِ ظاہری اور کمالِ باطنی (سیرت) جس کے دل میں بھی گھر کر جائے وہ آپ ﷺ کی توصیف کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ شبنم رومانی بھی ان خوش نصیبوں میں ہیں جن کا قلم ان کے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والے احساساتی ہالے کو لفظوں میں ڈھالتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بے ساختہ کہہ دیا۔

مرے حضور کو خوشبو پسند تھی شبنم
سو ظرفِ حرف میں ''معطرِ خیال'' حاضر ہے

یوں تو شبنم رومانی کا تقریباً سارا کلام ہی منتخب ہے۔ لیکن میں یہاں خصوصی طور پر اللھم لبیک (تاثراتِ حج وعمرہ) کا ذکر کروں گا کہ حج وعمرہ کی سعادت پانے والا ہر زائر احساسات کے تموج کا شکار تو ہوتا ہے لیکن اظہار پر ایسی قدرت اچھے اچھے شعراء کو بھی حاصل نہیں ہو پاتی ہے جس کا مظہر ان کی مذکورہ نظم ہے۔ اس نظم میں احرام باندھنے کی کیفیت کے اظہار سے لے کر طواف، سعی، وقوفِ عرفات، شبِ مزدلفہ، قیامِ منیٰ اور رمی جمار کا ذکر اس خوبصورتی سے کیا گیا ہے کہ شاعر کی قدرتِ کلام اور اسلوب کی کشش پر رشک آتا ہے۔ اس نظم کا آغاز ہی قاری کی توجہ جذب کرنے کے لیے کافی ہے:

جیتے جی اہلِ محبت نے کفن پہنا ہے — خلعتِ فاخرہ اُتری ہے، کہ مَیل اُترا ہے
''میرے اللہ! میں حاضر ہوں'' یہی کہنا ہے — یہی کہنا ہے کہ حاضر یہ ترا بندہ ہے

نظم آگے بڑھتی ہے تو اس مقدس فضا کے تمام رنگ اپنے ملفوظی پیکر میں سمٹتی جاتی ہے۔ ان فضاؤں میں رہتے ہوئے اپنے خالق کی موجودگی کا احساس بدرجہ احسان، انسان پر طاری ہوتا ہے اور وہ مناسکِ حج وعمرہ میں اس حقیقت کے نزدیک پہنچ جاتا ہے کہ ''عبادت ایسے کرو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو''...... لیکن اس کیفیت کا اظہار ناممکن ہے، اس لیے شاعر کہتا ہے:

کوئی پوچھے تو میں سمجھا نہیں سکتا، لیکن
میں نے ہر سمت ان آنکھوں سے تجھے دیکھا ہے

بات یہیں نہیں رک جاتی، شاعر اپنے بیان کو دلیل آشنا کرنے کے لیے ایک اور شعر میں اس بات کی وضاحت کرتا ہے:

میں نے ہر سمت ان آنکھوں سے تجھے دیکھا ہے
کہ مرے پیشِ نظر آئینۂ طیبہ ہے!

حضور اکرم ﷺ نے امت کو تعلیم فرمایا تھا: ''اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' (اللہ کی عبادت وبندگی تم اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو)۔ شاعر نے حضور اکرم ﷺ کی تعلیم کے اس نکتے کے استحضار کے لیے ہی ''آئینۂ طیبہ'' کی ترکیب وضع کی ہے۔ کیوں کہ اگر مسلمان کے پیشِ نظر تعلیمِ رسول ﷺ نہ ہو تو یہ تصور کرنا بھی محال ہے کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کا

دیدار ممکن ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے پیکرِ انسانی میں اس دنیا میں مبعوث فرمایا ۔اس لیے آپ ﷺ کو انسان ہی کہا جائے گا لیکن ایسا انسان جس کی مثال کسی اور انسان کی صورت میں نہ موجود تھی، نہ ہے اور نہ ہوگی۔ شبنم رومانی نے اپنی نظم ''انسان ہیں وہ بھی مگر'' میں اس خوبصورتی سے نبیءِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بشری جہت کا ادراک رقم کیا ہے کہ اس میں آپ ﷺ کی عظمتوں، آپ ﷺ کی انفرادیت اور انسانی دنیا میں آپ ﷺ کی شان کی یکتائی کا بیان کسی مبالغے یا بناوٹ کے بغیر آ گیا ہے:

انسان ہیں وہ بھی، مگر
انسانیت کے واسطے
اک دائمی منشور ہیں
وہ آسماں کا نور ہیں
جو خاک سے پیدا ہوا
وہ آفتابِ روح
جو ادراک سے پیدا ہوا
علمِ حقیقی
جن کے اسمِ پاک سے پیدا ہوا

نعتیہ شاعری کی نزاکتوں سے آگاہ شعراء نے ہمیشہ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس شعری فضا کے تقاضے پورے کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔ کیوں کہ یہ ماورائی حقائق کا اظہاریہ ہے۔ شبنم رومانی کو بھی ہر ذمہ دار اور حساس شاعر کی طرح اس فن کی نزاکتوں کا احساس ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں:

ایک مصرع جو تری شان کے شایاں ہو جائے
کلمہ حرف پڑھے، لفظ مسلماں ہو جائے

روشنائی نہیں روشنی چاہیے
کوششِ مدحتِ مصطفیٰ کے لیے

ہر لغت عاجز ہے، کیسے حقِ مدحت ہو ادا
ایک اک حرفِ سخن، بہتر سے بہتر چاہیے

یہی وجہ ہے کہ نعت لکھتے ہوئے، شبنم رومانی نے اپنی صلاحیتِ شعر گوئی کا عطر کشید کرنے کی پوری کوشش کی اور حرفِ مدحت کو جگمگانے کا قرینہ پیدا کیا۔

شبنم رومانی کی بعض نعتیہ غزلوں میں غزلِ مسلسل کا گمان ہوتا ہے، کیوں کہ ان کے ہر شعر میں ایک ہی خیال زینہ بہ زینہ ترفع حاصل کرتا ہے اور اس طرح ان کا شاعرانہ اظہار بھی ایک قسم کے منطقیانہ ربط و تسلسل کی مثال بن جاتا ہے۔ ذرا یہ نعت ملاحظہ ہو:

بس اک لباس ہمارا، لباسِ عشقِ رسول ۔۔ رُتوں کے ساتھ بدلتے نہیں قبائیں ہم
بس ایک راہ ہماری، صراطِ مصطفوی ۔۔ کبھی بھٹک کے نہ جائیں گے دائیں بائیں ہم
بس ایک رنگ ہمارا، بہارِ طیبہ رنگ ۔۔ اِسی کو رنگِ بہارِ سخن بنائیں ہم
بس اک دعا ہے ہماری، فروغِ جاں کی دعا ۔۔ انھیں کو یاد رکھیں، خود کو بھول جائیں ہم

ان اشعار میں لفظ ''بس'' کی تکرار اور اس کے منفرد انداز کے استعمال نے صوتیاتی فضا میں لطافت پیدا کر دی ہے اور شعری پیغام کو تبلیغ کی بے اثری سے بچا لیا ہے۔ اشعار میں ایک اہم پیغام، شاعرانہ بانیے (Poetic narrative) بن کر فن کا حصہ بھی بن گیا ہے اور قاری کے لیے حُسن آفریں بھی۔ شاعر صرف اور صرف ذاتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو محور و مرکزِ حیات جانتا ہے اور اپنے معاشرے میں ہر پہلو سے آپ ﷺ کے پیغام کی ترویج و اشاعت، آپ ﷺ کے اسوہءِ مبارکہ کی کامل پیروی، آپ ﷺ کے رنگ میں مکمل طور سے رنگ جانے ہی کو مقصدِ حیات جانتا اور اسلامی معاشرے کو اسی رنگ میں رنگا ہوا دیکھنے کا متمنی ہے۔ ردیف کا جزوِ آخر ''ہم'' اس فکری نکتے کو اجتماعیت کا آئینہ اور دعوت الی الحق کا مظہر بنا رہا ہے۔

اقبال نے کہا تھا:

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو ۔۔ آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ اورا بہاست ۔۔ یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

تم جہاں جہاں رنگ اور خوشبو کی دنیا دیکھتے ہو۔ ایسی دنیا جس کی خاک سے کمال

حاصل کرنے کی آرزوئیں جنم لیتی ہیں۔یا تو نورِ نبوی ﷺ سے اتصال کے سبب اس کی قیمت تعین ہو چکی ہے اور اس کی چمک دمک بڑھ چکی ہے اور وہ جہان از خود منور ہو گیا ہے۔یا اگر دنیا کا کوئی گوشہ آپ ﷺ کے نور سے ابھی محروم ہے تو وہ بھی آپ ﷺ کے نور کی تلاش میں سرگرداں ہے۔کیوں کہ پوری کائنات میں صرف آپ ﷺ کا نور جلوہ آراء ہے۔

درجِ بالا اشعار میں شبنم رومانی نے حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ادراک کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ان اشعار میں حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کی مرکزیت، آپ ﷺ کی ذات کے عرفان اور اتباع کی انسان کے لیے ناگزیریت اور آپ ﷺ سے وفا کرنے کا پختہ عزم بھرپور شاعرانہ اسلوب کے ساتھ نظم کیا گیا ہے۔آخری شعر میں تو شاعر نے اپنے لیے فروغِ جاں کی دعا کو بھی حضورِ اکرم ﷺ کی ذات میں مکمل فنائیت کی کیفیت سے مشروط کر دیا ہے:

بس اک دعا ہے ہماری، فروغِ جاں کی دعا
انھیں کو یاد رکھیں، خود کو بھول جائیں ہم

ہر شاعر اپنے خاص لہجے اور مخصوص الفاظ میں بات کرتا ہے۔شبنم رومانی نے لفظ "فروغ" استعمال کر کے شعر کو وسیع المفہوم بنا دیا ہے۔فروغ (فت نیز ضم ف، و مع) امذ۔۱۔زیب و زینت، چمک، رونق، تابناکی۔۲۔سربلندی، عروج، ترقی۔۳۔اثر، زیادتی، شدت۔۴۔ترجیح، سبقت (اردو لغت)

اب ذرا غور فرمائیے کہ "فروغِ جاں" کی دعا میں شاعر نے کیا کچھ نہیں مانگ لیا.....زیب و زینت، چمک، رونق، تابناکی، سربلندی، عروج، ترقی، اثر، زیادتی، شدت، ترجیح، سبقت.....وغیرہ وغیرہ۔"جاں" کو اگر ہم "روح" کہیں اور "روح" کو زندگی سے تعبیر کریں تو حیاتِ دنیوی میں شاعر کی طلب کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ معاشرتی (امتِ مسلمہ) کی زندگی کے لیے، زیب و زینت، چمک، رونق، تابناکی، سربلندی، عروج، ترقی، اثر، زیادتی، شدت، ترجیح کے ساتھ ساتھ ہر طبقۂ انسانیت پر مسلم امت کی "سبقت" کا متمنی ہے.....اور یہ تمام خصوصیات اس معاشرے (امت) کو صرف ایسی صورت میں مل سکتی ہیں کہ وہ

ہر طرف سے منہ پھیر کر اور اپنی ذات کی نفی کر کے، صرف آقا صلوٰۃ اللہ علیہ کی ذات کا دھیان پختہ کر لے۔صرف انہی کو یاد رکھے۔اس شعر کی بین متنیت (Intertextuality) حافظ شیرازی کے ایک متن سے بھی قائم ہوتی ہے۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خمِ طرۂ یارے گیرند

(میرے نزدیک تو اب مصلحت اسی میں ہے، کہ سارے دوست [معاشرہ] سب کام چھوڑ چھاڑ کے [صرف] محبوب کی زلف کے خم کی طرف مشغول ہو جائیں۔کیوں کہ محبوب کی زلف [نظام] سے وابستگی ہی غموں سے نجات کا ذریعہ ہے)۔

حافظ کا ہر شعر مجاز کے پردے میں حقیقت پژوہی کا اشاریہ ہوتا ہے، اس لیے ہم اس شعر کا یہ مطلب بھی اخذ کر سکتے ہیں کہ اب غم و ہم سے نجات کی صرف ایک صورت ہے کہ ہم ہر طرف سے منہ پھیر کے صرف حضورِ اکرم ﷺ کی ذات سے اپنی محبت بڑھائیں اور آپ ﷺ کی تعلیمات اپنائیں، آپ ﷺ کا لایا ہوا نظامِ زندگی اپنائیں۔صرف و محض اسی ایک ترکیب سے زندگی کو تابناک بنایا جا سکتا ہے۔

علامہ اقبال اور حافظ کے متون (Texts) کی تجدیدی شکل جب ہم اردو غزل کے مخصوص لہجے میں شبنم رومانی کی شعری کائنات میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فکری زاویوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو حافظ سے اقبال اور شبنم رومانی تک پہنچا ہے۔جذبے کی سچائی، خیال کی رعنائی، فکری صداقت اور اظہارِ حقیقت کا داعیہ ہر اس شاعر کو حضورِ اکرم ﷺ کی ذات سے منسلک رہنے کا پیغام عام کرنے پر ابھارتا ہے جس کے دل میں جوہرِ عشقِ رسول ﷺ پایا جاتا ہے۔اس طرح شبنم رومانی، صالح فکری روایت کے امین اور پرچارک بھی نظر آتے ہیں۔

شبنم رومانی نے حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کا تصور زندگی کا لازمہ قرار دیا ہے:

نام اُن کا جو حرزِ جاں نہیں ہے
سمجھو کہ کہیں اماں نہیں ہے

اس شعر میں شاعر کے اپنے لیے خود ترغیبی اور معاشرے کے لیے تبلیغی عنصر شامل ہے۔

لیکن یہ تبلیغی عنصر شعری لطافت میں ملفوف ہے۔

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کا سِرّی نکتہ یہ ہے کہ حضور ختمی مرتبت علیہ السلام ہی کی ذاتِ خلقِ اول، برزخِ کبریٰ اور ظہور و بطون میں رابطہ ہے۔ آپ ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ نے اسماء وصفات کے ظہور سے قبل اور زمان و مکان کی پیدائش سے پہلے چمکایا۔ تو ثابت ہوا کہ کائنات کے تمام مظاہر اور زندگی کی تمام صورتیں آپ ﷺ کے نور کے طفیل وجود میں آئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے کائنات کے آئینے میں اپنی ذات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس حقیقت کا شاعرانہ بیان شبنم رومانی کے اس شعر میں ملاحظہ ہو:

زیست جب تک اُن کے حدّ و خال میں آئی نہ تھی
قدرتِ بے مثل آپ اپنی تماشائی نہ تھی

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے اس خیال کو غالب نے بھی شعری قالب میں ڈھالا تھا:

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رُخ سے ظہور کی

لیکن غالب نے صرف ظہورِ حیات و کائنات کی بات کی تھی۔ شبنم نے ''قدرتِ بے مثل آپ اپنی تماشائی نہ تھی'' کہہ کر صوفیانہ فکری ضَو سے بھی شعر کو چمکا دیا ہے۔

مجھے ''عطرِ خیال'' میں بہت سارے اشعار پسند آئے اور تقریباً ہر شعر میں عصری حسیت، جذبے کی شدت اور بیان کی ندرت محسوس ہوئی۔ لیکن چوں کہ میری تحریر اس مجموعۂ کلام کا حصہ بنے گی، اس لیے صرف چند اشعار پیش کر کے رخصت چاہوں گا:

آفاق میں ہے اسمِ محمد کی بڑی گونج
یہ کیا ہے، اگر ذکر کی محفل نہیں کوئی
علاج ہر شرک و شر کا قرآں
ہر ایک باطل کا رد محمد

شبنم رومانی نے بھارت کے شہر شاہجہاں پور سے پاکستان ہجرت کی تھی۔ منیر نیازی سے لے کر محسن بھوپالی، سرشار صدیقی، اقبال عظیم اور شبنم رومانی تک بہت سے شعراء کو مملکتِ

خداداد میں مہاجرت کے بعد، پناہ گزینی کے طعنے سننے پڑے تو ہجرت کا وہ تجربہ جو مقدس روایت کے تسلسل میں کیا گیا تھا، بہت تلخ اور جذبے کی رائگانی کا سبب محسوس ہونے لگا۔ شبنم رومانی نے، مدحتِ مصطفےٰ ﷺ کو عصری حسیت کا آئینہ بنانے کے لیے اس طرح کے اشعار بھی ہیں:

جو ''ابن الارض'' بنتے ہیں' مدینے کی طرف دیکھیں
کہ یہ ''تقدیسِ ہجرت'' کی طرف واضح اشارہ ہے

غزل طور لکھی ہوئی نعتیں جس لطافتِ اظہار کی متقاضی تھیں ان کا فنی ادراک شبنم رومانی کے حرف حرف سے مترشح ہے۔ لیکن نظموں میں تخلیقی وفور نے ایک اور ہی فضا قائم کی ہے۔ یہاں مثالیں دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ کتاب کا قاری، شاعر کا سلیقۂ اظہار، خیال کی لطافت، فکری اِصابت اور تخلیقی وفور، خود محسوس کر سکتا ہے۔

بلاشبہ ''عطرِ خیال'' قابلِ قدر اور لائقِ تقلید متن کا حامل مجموعۂ کلام ہے جو نعتیہ ادب کے مطبوعہ سرمائے میں ایک گراں بہا اضافہ ہے۔

میں اس مجموعۂ شعرِ عقیدت کی اشاعت پر شبنم رومانی کے صاحبزادے جناب فیصل عظیم اور ناشر سید صبیح الدین صبیح رحمانی کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حمد و نعت و مناقب کے اس نذرانے کو مرحوم شبنم رومانی، ان کے فرزندِ ارجمند اور ناشر کے لیے زادِ آخرت بنا دے (آمین)!

☆☆☆

اذاں میں یہ کھنک سی جواُنؐ کے نام کی ہے
یہی صدائے جرس بھی ہے کاروانوں کی

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

حمدِ باری

اے خدا! مجھ کو دل سے یہ اقرار ہے
ذرّہ ذرّہ ترا آئینہ دار ہے

تُجھے دیکھ لُوں

ازَل سے یہی ایک سودا ہے سر میں
تجھے دیکھ لُوں، تجھ کو بھر لُوں نظر میں

زمیں کی طرح میرا سر گھومتا ہے
کہاں طاقتِ حمدِ باری بشر میں

مجھے جسم بخشا، مجھے رُوح بخشی
اُجالا کیا تنگ و تاریک گھر میں

یہاں جو بھی شے ہے، کمال اُس کا طے ہے
ہوا باندھ دی ہے پرندے کے پر میں

عجب نعمتیں شب کے پردے میں بخشیں
عجب رحمتیں گھول دی ہیں سحر میں

درِ کعبہ پر دیر سے چُپ کھڑا ہوں
قیامت کا منظر ہے میری نظر میں

محمدؐ میں بھی ''حمد'' ہے جزوِ اعظم
کہی حمد ہی نعتِ خیرالبشرؐ میں

اَللّٰھُمَّ لَبَّیک

(تاثراتِ حجّ و عمرہ)

جیتے جی اہلِ محبت نے کفن پہنا ہے
خلعتِ فاخرہ اُتری ہے کہ میَل اُترا ہے

''میرے اللہ میں حاضر ہوں''، یہی کہنا ہے
یہی کہنا ہے کہ حاضر یہ ترا بندہ ہے

میں ہوں اَے پردہ نشیں! اور ترے گھر کا طواف
یہ مرا جوشِ طلبؔ ہے کہ ترا مَنشا ہے؟

عشق میں کارِ عِبادت ہے، یہی خود غَرضی
سنگِ در کو ترے دیوانہ صِفَت چُوما ہے

درمیاں بندہ و آقا کے نہیں کوئی حجاب
مُلتزم پر تو مری جان، عجب نقشا ہے

سُنّتِ مصطفوی ، حُرمَتِ ابراہیمیؑ
لاکھ سجدوں کے برابر مرا اِک سجدا ہے

آبِ حیواں ہے ہر اک جرعۂ زَم زَم شبنمؔ
آبِ زم زم مرے اشکوں کا ہر اِک قطرا ہے

ماں کے قدموں کی صدا گونج رہی ہے اب تک
سعیِٔ مشکور نہیں ہے تو محبت کیا ہے

رات جس طرح گزرتی ہے سرِ محفلِ شَوق
دن اُسی طرح سرِ دشتِ مِنیٰؔ گزرا ہے

وقفِ لازم کے مُماثل ہے، وقوفِؔ عَرَفات
جنّتی ہے وہی، اِک پَل جو یہاں ٹھیرا ہے

قدر کی شب سے بھی اَفضل ہے شبِ مُزدلفہ
جوہَری ہے وہی، کنکر جو یہاں چُنتا ہے

مِری قربانؔ گہہِ دِل میں کوئی اور نہیں
خود وُہ ''میں'' ہوں، تہہِ خنجر جو یہاں تڑپا ہے

اپنے ہی نفس پہ پتھراؤ کیا ہے میں نے
اپنے ہی ذہن کی شورش کا مجھے دھڑکا ہے

نفیِٔ صُورت و تردیدِ انا کا ہے مقام
پیشِ محبوب کسی شے کی حقیقت کیا ہے!

اِصطلاحوں میں ہے کیا، نام میں کیا رکھا ہے
ترا منکر ہے جو، اُس نے بھی تجھے مانا ہے

مِرے خالق! میں بہت ناقص و ناچیز سہی
مگر اِس پیکرِ خاکی میں تو اِک دنیا ہے

نعمتوں کو تری جھٹلاؤں تو ظالم ہوں بہت
ذہن بخشا ہے مجھے، نُطق مجھے بخشا ہے

تُو جو میرا ہے، تو جنّت کی مجھے کیا پروا
میں جو تیرا ہوں، تو دوزخ کا مجھے ڈر کیا ہے!

کوئی پوچھے تو میں سمجھا نہیں سکتا، لیکن
میں نے ہر سَمت اِن آنکھوں سے تجھے دیکھا ہے

میں نے ہر سَمت اِن آنکھوں سے تجھے دیکھا ہے
کہ مرے پیشِ نظر آئینۂ طیبا ہے !

ہاں یہ طیبہ ہے، یہاں سر نہ اُٹھا کر چلنا
حَرمِ مُحترم و جلوہ گہِ آقا ﷺ ہے

لمحے لمحے پہ یہاں یادِ محمد ﷺ ہے رَقم
ذرّے ذرّے پہ یہاں نامِ خُدا لِکھا ہے

اِنہیں گلیوں نے قدم آپ ﷺ کے چُومے ہوں گے
اِسی مٹّی میں چراغِ اَبدی رکھا ہے

اَصل سے وَصل کا احساس ہوا ہے کیا کیا
غیر کوئی نہیں، ہر شخص یہاں اپنا ہے

ہاں اَور نَہیں کے دَرمِیاں

شاہد ترے قلب و نظر، مظہر ترے کون و مکاں
صحرا، سمندر، آسماں، جگنو، ستارے، تتلیاں

اِک عالمِ برزخ بھی ہے شک اور یقیں کے درمیاں
کچھ لوگ کہتے ہیں 'نہیں' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ 'ہاں'

تجھ سے بڑا کوئی نہیں، تیرے سِوا کوئی نہیں
ہاں اے محمد ﷺ کے خدا! ہاں اے خُدائے اِنس و جاں

بندہ سُدھرتا ہی نہیں، کچھ غور کرتا ہی نہیں
ذاکر ترے سارے شجر، سارے حجر تسبیح خواں

کس نے بنایا موسموں کے درمیاں سَت رنگ پُل
کس نے ترائیں آندھیوں میں بادلوں کی کشتیاں

ہر سَمت ہے، ہر گاہ ہے، اللہ تو اللہ ہے
مُحکم تر از علم و خبر، بالا تر از وہم و گماں

قاصِر ہے قصرِ علم و فن، عاجز ہے اعجازِ سخن
لکھنے چلے ہو حمد تم، لکھو گے کیا شبنمؔ میاں!

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

ثنائے محبوب

روشنائی نہیں، روشنی چاہیے
کوششِ مدحتِ مصطفیٰؐ کے لیے

نُور کیسا حرم کے مناروں میں ہے
ہاتھ اُٹھے ہوں جیسے دُعا کے لیے

دبے پاؤں سفر

کیا کہوں اے ساکنانِ کوئے شعر
نعت کہنا کس قدر دشوار ہے
لفظ کا آہنگ ہے سوئے ادب
اور دبے پاؤں سفر دشوار ہے
مدحِ محبوبِؐ خدا، حق ہے مرا
حق ادا کرنا، مگر دشوار ہے

مدحِ محبوبِؐ خدا کرتا ہوں میں
بارشِ گُل ہے مرے اِدراک پر
کس نے دیکھا ہے خُدائے پاک کو
پھر بھی ایماں ہے خُدائے پاک پر
خانۂ کعبہ ہے اُنؐ کا معجزہ
عرش اُتر آیا ہے فرشِ خاک پر

آج بھی کچھ لوگ کرتے ہیں سوال،
"کیا انھیںؐ انسان کہنا چاہیے"
میں یہ کہتا ہوں کہ اُنؐ کی ذات کو
"بولتا قرآن" کہنا چاہیے
جان اگر انساں کو پیاری ہے، تو پھر
اُنؐ کو اپنی جان کہنا چاہیے

لوحِ دِل، خُونِ جگر، طَبعِ مُنوّر چاہیے
نعت لکھنے کے لیے جبریلؑ کا پر چاہیے

ہر لُغت عاجز ہے، کیسے حقِ مِدحت ہو ادا
ایک اک حرفِ سخن، بہتر سے بہتر چاہیے

گُنبدِ خضریٰ کے پہلو میں ہے مینارِ حرم
اُنؐ کا در چومو، اگر اللہ کا گھر چاہیے

اِتنا آساں تو نہیں ہے، دعویِٔ عشقِ رسولؐ
پہلے خالی پیٹ پر بھاری سا پتھر چاہیے

داغِ عِصیاں کو چھپا سکتا نہیں کوئی لِباس
عیب پوشی کے لیے آقاؐ کی چادر چاہیے

❁

کریں زیارتِ سرکارؐ کی دعائیں ہم
مگر وہ ہاتھ، وہ آنکھیں، کہاں سے لائیں ہم

بس اِک لباس ہمارا، لباسِ عشقِ رسولؐ
رُتوں کے ساتھ بدلتے نہیں قبائیں ہم

بس ایک راہ ہماری، صراطِ مُصطفویؐ
کبھی بھٹک کے نہ جائیں گے دائیں بائیں ہم

بس ایک رنگ ہمارا، بہارِ طیبہ کا رنگ
اِسی کو رنگِ بہارِ سخن بنائیں ہم

بس اک دعا ہے ہماری، فروغِ جاں کی دعا
اُنھیں کو یاد رکھیں، خود کو بھول جائیں ہم

❁

وِرد کرتا ہوں میں صبح و شام آپؐ کا
واقعی، اِسمِ اعظم ہے نام آپؐ کا

آپؐ ہی سے عِبارت ہے کُل زندگی
زندگی کا یہ ''کُل'' ہے نظام آپؐ کا

آپ احمدؐ بھی ہیں اور محمدؐ بھی ہیں
''حمد'' ہے لازمی جُزوِ نام آپؐ کا

کر گئے بادشاہی، غلام آپؐ کے
بادشاہوں کو دیکھا غلام آپؐ کا

عدل سے بھی سِوا منصفی آپؐ کی
اِنتہائے کرم، اِنتقام آپؐ کا

دفعِ شر اور دفاعِ بشر کے لیے
نام کافی ہے خیرالانام آپؐ کا

اِنسان ہَیں وہ بِھی مَگر

انسان ہیں وُہ بھی، مگر
رحمت نفَس، خیرُ البشرؐ
ہر ذی نفَس کے واسطے
اُنؐ کی دعائیں رات بھر
ہر ظلم کی یلغار میں
سب کے لیے سینہ سپر
ہر اک قدم رفتار میں
صدیوں کا تہذیبی سفر

انسان ہیں وُہ بھی، مگر
انسانیت کے واسطے
اِک دائمی منشور ہیں

وہ آسماں کا نُور ہیں،
جو خاک سے پیدا ہوا
وہ آفتابِ رُوح
جو اِدراک سے پیدا ہوا
علمِ حقیقی
جن کے اِسمِ پاک سے پیدا ہوا

جو روشنی ہیں سر بسر
انسان ہیں وُہ بھی، مگر
اُنؐ کا نشاں -- رمزِ حیات
اُنؐ کا پتا --- اَسرارِ ذات
اُنؐ کا زمانہ -- جاوداں
اُنؐ کا ٹھکانا -- شش جہات

اُنؐ کا قدم -- نقشِ حرم

اُنؐ کا کرم -- بابِ نَجات

اُنؐ کا جریدہ -- زندگی

اُنؐ کا قصیدہ -- کائنات

عرشِ بریں --- اُنؐ کے قریں

افلاک --- اُنؐ کی رہگزر

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

حَرفِ نِسبَت

اُنؐ کی دہلیز چھو کر
جو پتھر تھا پَل بھر میں پارَس ہوا
اُنؐ کے ہاتھوں سے جو ہاتھ بھی مَس ہوا
چاند تاروں نے اُس ہاتھ پر بَیعتِ شوق کی

اِس زمیں پر وہی ہاتھ سایہ رہا
یہ فلک بھی اُسی کا کنایہ رہا

جس نے دیکھا اُنھیں،
اُس کی بینائی کے واہمے ڈھل گئے
اُس پہ آفاق کے سب وَرَق کُھل گئے

جس نے مانا اُنھیں،
اپنے پیکر میں شہرِ یقیں ہو گیا
جس نے جانا اُنھیں،
جہل بھی اُس کا عِلم آفریں ہو گیا

جس نے ڈھونڈا اُنھیں،
وہ سلیماں قدم،
عالمِ راز کا سیر بیں ہو گیا

جس نے پایا اُنھیں،
وہ فقیرِ حرم،
معرفت کے حِرا میں مکیں ہو گیا

جس نے سوچا اُنھیں،
وہ خدا کی قسم،
ماورائے زمان و زمیں ہو گیا

جس نے لکھا اُنھیں،
اُس کا معجز قلم،
شہپرِ جبرئیلِ امیں ہو گیا

جس نے چاہا اُنھیں،
اُس کی چاہت بقا کی نگارش ہوئی
اُس پہ دن رات پھولوں کی بارش ہوئی

جس نے چاہا اُنھیں،
اُس کو چاہا گیا،
اُس کی دہلیز تک ہر دو راہا گیا

جب نَفَس گم کردہ اُس در سے گزر جاتا ہوں میں
نَفس کی تہذیب سے کیسا نکھر جاتا ہوں میں

چند سانسیں، چند نعتیں، چند آنسو، چند پھول
سوئے طیبہ لے کے یہ زادِ سفر جاتا ہوں میں

میں غلام اُن کا، مجھے کیا اپنے دل پر اختیار
جس طرف کا حکم ہوتا ہے، اُدھر جاتا ہوں میں

اُمتی کس کا ہوں اور کیسے مرے اعمال ہیں
اِس نظر سے آئینہ دیکھوں تو ڈر جاتا ہوں میں

اِس قدر مجھ کو رُلاتی ہے مرے طیبہ کی یاد
ڈوب کر ساتوں سمندر پار کر جاتا ہوں میں

عشق کیا ہے، اپنے اندر کی اگر تابش نہیں
حُسن کیا ہے، صرف بام و در کی آرائش نہیں

نعت کے اشعار اُترتے ہیں بیاضِ عرش سے
یہ طلبگارِ کشش ہے، طالبِ کوشش نہیں

اہلِ طائف! خود تمہاری عقل پر پتھر پڑے
مالکِ جنّت پہ سنگ و خشت کی بارش نہیں

حُکمِ رب کا ترجماں ہے، جو سخن آقاؐ کا ہے
اِس سے سرتابی کی ذرّہ بھر بھی گنجائش نہیں

میں بہت کمزور ہوں، بے شک، مگر ہوں آپؐ کا
ہاتھ میں لرزش ہے لیکن پانو میں لغزش نہیں

گریہ جو میں نے صبح و مسا، روز و شب کیا
آخر مرے حضورؐ نے مجھ کو طلب کیا

آباد ہیں جو مجھ میں دھڑکتی عقیدتیں
میں نے بھی اپنے دل کو "مدینہ لقب" کیا

جنّت کا کوئی اور تصوّر، نہیں . . . نہیں
میں نے تو اُن کو پا کے بہت شُکرِ رب کیا

لِکھا ہے اپنے ہاتھ سے پروانۂ نجات
جس نے رقم قصیدۂ محبوبِ رب کیا

شہرِ غزل میں عمر گزاری، بجائے نعت
جو فرضِ اوّلیں تھا، ادا میں نے اَب کیا

حرفِ وفا نے اُٹھ کے کیا آپؐ کو سلام
کلکِ یقیں نے جھک کے نبیؐ کا ادب کیا

نام اُنؐ کا جو حرزِ جاں نہیں ہے
سمجھو کہ کہیں اماں نہیں ہے

سرکارؐ کا جو نہیں ہے قاری
قرآن کا نکتہ داں نہیں ہے

ہشیار ! کہ بابِ مصطفیٰؐ میں
گنجائشِ این و آں نہیں ہے

ہے سایۂ دامنِ رسالتؐ
سر پر مرے آسماں نہیں ہے

چُپ میں بھی ہے کیفِ نعت گوئی
مدحت کی کوئی زباں نہیں ہے

دھڑکن ہے . . . . محمدؐ و محمدؐ
اک لمحہ بھی رائگاں نہیں ہے

دل پر تو ہے داغِ عشقِ سرکارؐ
ماتھے پر اگر نشاں نہیں ہے

کوئے جاناں حاصلِ دنیا نظر آنے لگا
لمحہ لمحہ اب مجھے طیبہؐ نظر آنے لگا

رحمتوں کے شہر کی جب خاک آنکھوں میں پڑی
اور اچھا . . . اور بھی اچھا نظر آنے لگا

کُھل گئیں آنکھیں، جو دیکھی سبز گنبد کی بہار
کیا نہیں آیا نظر ؟ کیا کیا نظر آنے لگا !

شوق کے عالم میں وہ کوئے محمدؐ کا طواف
جس طرف بھی رُخ کیا، کعبہ نظر آنے لگا

دل سے آنکھوں تک تھی گویا روشنی ہی روشنی
ہم نے تو اُس در پہ جو سوچا، نظر آنے لگا !

جو دیکھی وادیٔ طیبہؐ، عجب عالم وہاں دیکھا
فلک شوکت زمیں دیکھی، زمیں بوس آسماں دیکھا

وہ آنکھیں چوم لوں دیکھا تھا جن آنکھوں نے آقاؐ کو
مگر اُن دیکھنے والوں نے بھی اُنؐ کو کہاں دیکھا

جو اہلِ علم ہیں، نکتہ بہ نکتہ پیش و پس میں ہیں
جو اہلِ دِل ہیں، اُن کو بے نیازِ این و آں دیکھا

اُدھر عرشِ بریں پر آپؐ مہمانِ خصوصی تھے
اِدھر فرشِ زمیں پر قدسیوں کا میزباں دیکھا

نہ پوچھو نعت کی تخلیق سے ہم کس طرح گزرے
ہر اک نقطے، ہر اک مصرعے میں اپنا امتحاں دیکھا

اُس گھڑی صحرا سے اُبھرا، اک اَنوکھا آفتاب
جب ستارے بجھ گئے، جب چاند میلا ہوگیا

آپؐ کے قدموں نے بخشا خاکِ یثرب کو وقار
شہرِ ہجرت، فیضِ ہجرت سے مدینہ ہوگیا

سب حوالے آپؐ کے اور سب اُجالے آپؐ کے
آپؐ جس کے ہوگئے، اللہ اُس کا ہوگیا

آپؐ کے دستِ حیات افروز کی ہے یہ سند
سنگریزہ، آدمی کی طرح، گویا ہوگیا

میرا مولاؐ، میرا آقاؐ، اک بشر تو ہے، مگر
وہ بشرؐ، جو سب کا مولا، سب کا آقا ہوگیا

ڈوبا ہوا مدحت میں اگر دل نہیں کوئی
پھر قافیہ پیمائی کا حاصل نہیں کوئی

کیا سیپیاں چُنتے ہو سمندر کے کنارے
رحمت کے سمندر کا تو ساحل نہیں کوئی!

آفاق میں ہے اسمِ محمدؐ کی بڑی گونج
یہ کیا ہے، اگر ذِکر کی محفل نہیں کوئی!

اللہ کی تسبیح، محمدؐ کی اِطاعت
اور اِس کے سِوا حلِّ مسائل نہیں کوئی

مشکل ہیں بہت عشقِ محمدؐ کے تقاضے
ہاں عشق جو صادق ہو تو مشکل نہیں کوئی

وہی کریں گے شفاعت، شکستہ جانوں کی
خبر زمین پہ لائے جو آسمانوں کی

ہوا طلوع حقیقت کا آخری سورج
جب اُڑ رہی تھی بہت دھول داستانوں کی

اُنھوں نے سارے زمانے کے دُکھ سمیٹ لیے
وہ جن کے پاس تھیں سب کنجیاں خزانوں کی

اذان میں یہ کھنک سی جو اُنؐ کے نام کی ہے
یہی صدائے جرس بھی ہے کاروانوں کی

ثنائے خواجہ ہے کیسا محبّتوں کا سفر
کوئی خلیج بھی حائل نہیں زبانوں کی

خدا گواہ ! مرے ناخدا کا فیض ہے یہ
ہوا بندھی ہے ابھی تک جو بادبانوں میں

پیغامِ حقیقت ہے کہ درسِ نبویؐ ہے
ہم نے کہیں پہلے بھی یہ آواز سنی ہے

جس منزلِ عرفاں پہ نظر آپؐ نے کی ہے
اُس منزلِ آخر میں خدا ہے نہ خودی ہے

کیا ہوش میں لائے گی مجھے گردشِ ایّام
ساقی مرا مکّی مدنیؐ العَرَبی ہے

لب ہائے مقدّس پہ تبسّم کا اُجالا
مرمر پہ کوئی شوخ کرن کھیل رہی ہے

اے حُبِّ وطن! آج ذرا دیر ٹھہر جا
آواز مدینے سے کسی نے مجھے دی ہے

دَم آگیا ہونٹوں پہ غمِ ہجر سے لیکن
تکمیلِ وفا میں ابھی تھوڑی سی کمی ہے

جس دل میں ہو شبنمؔ مرے آقا کی محبت
کعبہ بھی وہی، مقصدِ کعبہ بھی وہی ہے

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

رکھا ہے رحلِ دل پہ صحیفہ جو نُور کا
اللہ کا کلام ہے، لہجہ حضورؐ کا!

سوچو تو محفلیں ہیں درود و سلام کی
طیبہ کی وادیوں میں چہکنا طیور کا

اک مژدۂ حیات ہے میرے نبیؐ کا نام
صحرا میں ایک باغ ہو جیسے کھجور کا

اُٹھے جو فرش سے تو گئے عرش تک حضورؐ
مُوسیٰؑ کو تجربہ تھا فقط کوہِ طور کا

محشر ہے انتظارِ حبیبِؐ خدا کا نام
لالچ کوئی نہیں مجھے حور و قصور کا

کھینچے پھرو مجھے بھی اُسی گرم ریت پر
میں بھی ہوں ایک چاہنے والا حضورؐ کا

زیست جب تک اُنؐ کے خدّ و خال میں آئی نہ تھی
قدرتِ بے مثل آپ اپنی تماشائی نہ تھی

پیکرِ حکمت سے پہلے، نسخۂ حکمت سے قبل،
لفظ میں معنی تو تھے، معنی میں گہرائی نہ تھی

ماہِ گیتی، آسماں کا پھول، رحمت کا نزول
جسم تھا صحرا کا لیکن روح صحرائی نہ تھی

آپؐ کو دیکھا تو نادانوں کی آنکھیں کھل گئیں
تھے خدا سے آشنا، خود سے شناسائی نہ تھی

جگمگاتے ہیں خلا میں آپؐ کے نقشِ قدم
آسمانوں میں کبھی ایسی بہار آئی نہ تھی

جب خدا کے ساتھ کانوں میں پڑا نامِ رسولؐ
زندگی پھر بزمِ جاں تھی، قیدِ تنہائی نہ تھی

ثبوتِ حق کی جو دانشوروں سے بات ہوئی
تو اتّفاق کا نکتہ اُنھیںؐ کی ذات ہوئی

ہر اک عمل مرے آقاؐ کا ایک آیت ہے
ان آیتوں ہی سے تفہیمِ کائنات ہوئی

حرم کی روشنیاں، جسم و جاں کی روشنیاں
کسی کو ہوش کہاں، دن ہوا کہ رات ہوئی

وہ معجزے، وہ عجب سلسلے محبت کے
حیات آپؐ کی، تاریخِ التفات ہوئی

کہا یہ مجھ سے مرے مُرشدِ گرامی نے
کہ جا! یہ نعت ہی پروانۂ نجات ہوئی

جمالِ بے حد کی حد محمدؐ
ازل محمدؐ ، ابد محمدؐ

تلاوتِ خدّ و خال' قرآں
حلاوتِ خال و خدّ محمدؐ

یہ کہہ رہی ہے لہو کی گردش
حیات کا جزرومد' محمدؐ

علاج ہر شرک و شر کا قرآں
ہر ایک باطل کا رَد محمدؐ

مجھے نہیں داد کی تمنا
عطا کریں گے سَنَد محمدؐ

وہ اَور مَیں

میں دشتِ وحشت کا ایک باسی
مری جبلّت' لہو کی پیاسی
میں سرخ تاریخ کا سویرا
سَروں کا مینار' جشن میرا (۱)

مگر یہ میں ہوں' کہ اور کوئی
بدل گیا میرے طور کوئی
یہ حُسن کیسا ہے آب و گِل میں
جہاں کے سب درد میرے دل میں

(۱) شبنمؔ صاحب (مرزا عظیم بیگ "چغتائی") کا سلسلۂ نسب چنگیز خان سے ملتا ہے

یہ روشنی لے کے کون آیا ؟
نہ اُس کا ثانی ، نہ اُس کا سایہ !
ورق ورق انقلاب لے کر
یہ کون اُترا کتاب لے کر ؟

متاعِ نادار اُس کا ناقہ
وہ میرا مولاؐ ، وہ میرا آقاؐ
اُسی کو دیکھا ہے، جس نے دیکھا
خدائے برتر کو کس نے دیکھا !

نثار میرا وُجود اُس پر
سَلام اُس پر، دُرود اُس پر

دل محوِ بیاضِ سحر و شام ہی گزرا
ہر صفحے پہ نظروں سے وہ اک نام ہی گزرا

بخشا ہے یقیں آپؐ نے، ورنہ تو ہر اک عہد
اوڑھے ہوئے اک چادرِ اوہام ہی گزرا

کیا جالیاں چھوتا کہ اَچھوتا ہے وہ دربار !
اُس در سے تو میں لرزہ بر اندام ہی گزرا

صرف آپؐ کا پیغام ہے با معنی و شفاف
ورنہ تو نظر سے مری، اِبہام ہی گزرا

آنکھوں کو یہ دکھ ہے، کہ زیارت سے ہیں محروم
دل خوش ہے کہ اِس راہ سے پیغام ہی گزرا

اُس نام کی نسبت ہی بہت ہے مجھے شبنمؔ
شہرت کی نمائش سے میں گمنام ہی گزرا

یہ مجھ سے نہ پوچھو کہاں ہیں محمدؐ
اِن آنکھوں میں دیکھو' کہ یاں ہیں محمدؐ

منور ہے یہ خاکداں بھی اُنھیں سے
رگِ جاں نہیں' میری جاں ہیں محمدؐ

کوئی شہسوار ایسا آیا ' نہ آئے
عجب راکبِ آسماں ہیں محمدؐ

خدا تو خدا ہے' خدا کی زباں کیا
خدا کے مگر ہمزباں ہیں محمدؐ

زمیں کی کشش' آپؐ ہی کی کشش ہے
مرے مرکزِ ثقلِ جاں ہیں محمدؐ

(مطلع کے دوسرے مصرع کا قافیہ پڑھنے میں نہیں آرہا' اسے اندازاً "کہ یاں" لکھا ہے)

اُنھیں کا نام' صبح و شام' ہم آہنگِ جاں آئے
عشاء و فجر و ظہر و عصر و مغرب کی اذاں آئے

محمدؐ کے تصور میں جو ہم نے بند کیں آنکھیں
خدا جانے کہاں پہنچے' خدا جانے کہاں آئے

وہ اک عالم کی رحمت ہیں' وہ اک رحمت کا عالم ہیں
ہمارے مہرباں کیا آئے' سب کے مہرباں آئے

کمالِ اِرتقا ہے یہ' جمالِ اِرتقا ہے یہ
کہ اک اہلِ زمیں کے زیرِ پا ہفت آسماں آئے

عجب عالم ہے شبنمؔ' عالمِ عشقِ محمدؐ بھی
نہ جانے کتنے عالم' ماورائے جسم و جاں آئے

عرب کے دل سے جو پھوٹی تھی زندگی کی کرن
تمام عالمِ امکاں کو کر گئی روشن

محلِ غور ہے دونوں کی نسبتِ اعزاز
غلافِ کعبہ، رسولِؐ خدا کا پیراہن

جو رُو بہ رُو ہو، وہ روشن ضمیر ہو جائے
سوادِ نور ہے روضے کا دلکشا روزن

سکوت اُنؐ کا، ہم آوازِ شہپرِ جبریل!
کلام اُنؐ کا، دلِ کائنات کی دھڑکن!

محبت کی علامت ہے، وفا کا استعارا ہے
مدینہ روحِ تخلیقِ دوعالم، دل ہمارا ہے

فلک بولا، مدینہ عرشِ اعظم کا ستارا ہے
زمیں بولی کہ یہ اعزاز، یہ تمغہ ہمارا ہے!

مدینہ ہے وہ خوش قسمت، امینِ مایۂ رحمت
چراغِ جاودانی جس کی مٹی میں اُتارا ہے

جو "ابن الارض" بنتے ہیں، مدینے کی طرف دیکھیں
کہ یہ "تقدیسِ ہجرت" کی طرف واضح اشارا ہے

خدا میرا صمد بھی ہے، سو بعدِ ہر دعا شبنمؔ
خدا کے بعد سرکارِ مدینہ کو پکارا ہے!

طیبہ، مرا طیبہ، مدنیّت کا نمونہ
جنّت سے بھی افضل، کسی جنت کا نمونہ

سرکار کا انصاف ہے، احسان کی تاریخ
دنیائے عدالت میں عدالت کا نمونہ

سرشار بلالِ حَبَشی، زندۂ جاوید!
سردار ابوجہل، ہلاکت کا نمونہ

زائر ہیں جہاں ارض و فلک، جنّ و مَلَک بھی
ہے رَوضۂ اطہر، وہ زیارت کا نمونہ

یہ راز خدا جانے کہ وہ کون ہیں، کیا ہیں!
آئینہ ہے کردار کا، حیرت کا نمونہ

تضمین

سارے نبیوں کی امامت جو کریں، ایسے نبیؐ
سارے عالم سے جُدا آپؐ کی عالی نسبی
بے وضو نام بھی لینا ہے بڑی بے ادبی
" مَرحَبا سَیّدِ مَکّی مَدَنِیُّ العَرَبی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

ایک اک حرف میں صدیاں ہیں بلاغت کی حضورؐ!
ایک اک قول زمانوں کو سکھاتا ہے شعور
ایک اک لمحہ حیاتِ ابدی، نور ہی نور
"ذاتِ پاکِ تو، دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی"

ہونٹ آپس میں لپٹتے ہیں جو لیں آپؐ کا نام
آپؐ کا نام جو لکھیں تو مہکتا ہے مشام
کیوں نہ پھولے پھلے یہ شہرِ وفا گام بہ گام
"نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

آپؐ کے فیض سے زندہ ہیں سب اربابِ حیات
ہم بھی زندہ ہیں، پر آتے نہیں آدابِ حیات
اک نظر ہم پہ بھی اے روحِ تب و تابِ حیات!
"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

شمعِ انوارِ نبوّت ز شبِ پاک گزشت
از رہِ علم و یقیں، پیش و پسِ خاک گزشت
قدمِ مصطفویؐ از حدِ ادراک گزشت
"شبِ معراج، عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"

میں تو ایک اک لفظ لکھتا ہوں ادب سے، پیار سے
نعت گوئی کی سند مجھ کو ملی سرکارؐ سے

روشنی پھیلی زمانے میں حرا کے غار سے
دل مرا روشن ہے، یادِ احمدِؐ مختار سے

حاضری کی راہ میں حائل ہے کیوں جغرافیہ
کیا کروں میں، سر نہ ٹکراؤں اگر دیوار سے

سبز گنبد میرا مرکز، دائرہ میرا حرم
میں نے صرف اتنا سبق حاصل کیا پرکار سے

اُنؐ کا جو منکر ہے، وہ منکر ہے اپنی ذات کا
کوئی بھی رشتہ نہیں تسبیح کا زنّار سے

میں کسی کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلاؤں بھلا
مجھ کو مِل جائے گا جو مانگوں گا میں سرکارؐ سے

آقاؐ یہ نعت آپ کے مدحت رقم کی ہے
یا گونج شاعری میں اذانِ حرم کی ہے

آنسو گرا کہ پھول کھِلا میری نعت پر
آنسو نہیں ہے، مہر یہ شاہِ اُممؐ کی ہے!

جو پھول ہیں زمیں پہ، وہی آسمان پر
ساری بہار آپؐ کے نقشِ قدم کی ہے

شبنمؔ سا رومانی شاعر اور مدحِ سرکارؐ
محفل والو! اِس کو پہنا دو پھولوں کے ہار

دنیا ہے یا پاپ کی منڈی، پیار ہے یا بیوپار
سچی تیری کالی کملی، جھوٹا سب سنسار

کس نے بخشی ہے یہ خوبی انساں کو شبنمؔ
لچکے تو پھولوں کی ڈالی، چمکے تو تلوار

ہم تو وحشی تھے، ہمیں آتا تھا وحشت کرنا
آپؐ نے آ کے سکھایا ہے محبت کرنا

سہل جانو نہ میاں! آپؐ کی مدحت کرنا
آئینہ ٹوٹ بھی جائے تو نہ حیرت کرنا

یوں مرے دل سے دُرودوں کی صدا آتی ہے
جس طرح صبح کو قرآں کی تلاوت کرنا

جوش ہو عشقِ محمدؐ میں، مگر ہوش کے ساتھ
دیکھو اِس باب میں کوئی غلطی مت کرنا

ہے جو بخشش کی تمنا، تو سرِ عرصۂ حشر
خوب سرکارؐ کے چہرے کی تلاوت کرنا

مدحت کا فریضہ ہو مبارک دل و جاں کو
حاصل ہے یہ تقدیس، ادب کو نہ زباں کو

ہر حمد میں اک نعت ہے، ہر نعت میں اک حمد
لازم ہے کہ قابو میں رکھو اپنی زباں کو

اذکار و دُرود و کلمہ، نعت و مناجات
بخشی گئیں شمعیں یہ حریمِ دل و جاں کو

احسانِ جمیل احسنؔ و صدقِ دلِ صدّیقؔ
جنت کا سزاوار کیا ہم سُخناں کو

ڈاکٹر جمیل احسن، صدیق فتح پوری: بزمِ احبابِ ملت کے سرگرم رکن جو نعتیہ مشاعروں کے انعقاد میں پیش پیش رہے۔

اپنے سے محبت ہے تو اُس ذات کو چاہو
انساں کے لیے جس کا ہر اک لفظ "دعا" ہو

میں نعت جو پڑھتا ہوں تو ہوتا ہے یہ محسوس
جیسے مرا ممدوح مجھے دیکھ رہا ہو!

حیاتِ طیبہ پیشِ نظر ہے
نہ ہو کیوں زندگی ہموار میری

میں بند آنکھوں سے اُن کو دیکھتا ہوں
مری بینائی ہے دیوار میری

مناقب

حسینؓ ابنِ علیؓ کے صدقے، جو روحِ افکارِ عالیہ ہے
وہ موت کا بے مثال فاتح، وہ زندگی کا مثالیہ ہے

صِدّیقِ اَکبرؓ

وہ یقینِ رسولؐ خُدا
جانشینِ رسولؐ خُدا

وہ حصارِ حبیبِ اِلٰہ
یارِ غارِ حبیبِ اِلٰہ

وہ گُلِ نَو بہارِ حجاز
اَوّلیں شہریارِ حجاز

ایک چاند اَوجِ دانائی کا
ایک سورج وہ سچائی کا

جس نے بخشی دِلوں کو جِلا
وہ تصوّف کا اک سلسلہ

ایسا روشن دیا دل کہ بَس!
ایسا بے لاگ عادل کہ بَس!

سر پہ ہے اَوّلیت کا تاج
تا قیامت رہے گا یہ راج

فارُوقِ اَعظمؓ

محبت کا سپہ سالار کہیے
مجسّم عدل کی تلوار کہیے
دُعائے احمدِؐ مختار کہیے
اُنھیںؓ کے واسطے اشعار کہیے

خلافت مسندِ خورسند اُنؓ کی
خدائی ساری خواہشمند اُنؓ کی
زمیں کی گردشیں پابند اُنؓ کی
قبا پیوند در پیوند اُنؓ کی

یہ دنیا اک محلِّ غور ہوتی
حقیقی زندگی کا طور ہوتی
اگر ہوتے عمر فاروقؓ ایک اور
تو پھر تاریخ ہی کچھ اور ہوتی

حضرت علیؓ

میں نے علیؓ سے، یعنی نبیؐ سے، یعنی خدا سے پیار کیا
کن ہاتھوں پر آنکھیں کھولیں، کس رخ کا دیدار کیا!

بابائے شبیرؓ و شبرؓ ، شیرِ خدا ، دامادِ رسولؐ
اُس نے اپنی گردن کاٹی، جس نے اُن پر وار کیا

کیا اُن کی قوّت کا ٹھکانا، کیا اُن کی تلوار کا ذکر
سوزِ یقیں کی باڑھ نے جن کی نظروں کو تلوار کیا

شہرِ علم پہ مرنے والو! تم کو اِس کا علم بھی ہے
ہر شہری نے پہلے اِس کے دروازے کو پار کیا

ذِلّت کا سامان خریدا، تخت و تاج کے دھوکے میں
شام کے شاہی سوداگر نے گھاٹے کا بیوپار کیا

شبنمؔ! جان و دل قرباں اُس جانِ گرامی پر، جس نے
کانٹوں کو بھی دل میں رکھا، پھولوں سے بھی پیار کیا

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

کربلا

کربلا اِک اَمر ہے، آمر کی نیّت کے خلاف
ایک اعلانِ خلافت، آمریّت کے خلاف

ایک کارندے کا حکمِ شاہِ شاہاں سے گریز
ایک نقطے کی بغاوت، مرکزیّت کے خلاف

اک مریضانہ تصوّر، خودپسندی کا شکار
اک حکیمانہ تدبّر، نرگسیّت کے خلاف

کف بہ کف دریا کی موجیں، صف بہ صف دشمن کی فوج
سازشیں اک آدمی کی، آدمیّت کے خلاف

ریگزارِ کربلا پر، حضرتِ شبّیرؑ نے
اک نئی تاریخ لکھی، بربریّت کے خلاف

ہر شہیدِ کربلا ہے، فاتحِ کرب و بلا
کوئی ظالم لڑ نہیں سکتا، مشیّت کے خلاف

عرصۂ الفاظ میں بھی نینوا کا رنگ ہے
جنگ جاری ہے یہاں بھی معنویّت کے خلاف

حضرتِ عباسؓ علم دار

ایک اک ہاتھ تھا تلوار کا صد خشتِ حرم
یوں بھی تعمیر کیا کرتے ہیں معمار کے ہاتھ

دیکھتے رہ گئے اربابِ جفا حیرت سے
بک گئے اہلِ وفا سیّدؑ ابرار کے ہاتھ

دیکھتا ہوں جو کہیں رحل پہ قرآنِ کریم
چوم لیتا ہوں تصوّر میں علمدارؑ کے ہاتھ

ہر بڑے کام کا انجام بڑا ہوتا ہے،
کس نے دیکھے ہیں بھلا کیفرِ کردار کے ہاتھ

گھونٹ دیتی ہے گلا وحشتِ احساسِ گناہ
نکل آتے ہیں اچانک در و دیوار کے ہاتھ

صبر کی حد ہے کہ ظالم بھی بلک کر رویا
کبھی ماتھے پہ، تو زانو پہ کبھی مار کے ہاتھ

منقبت

تاریخ کہہ رہی ہے کہ تدبیر کچھ نہیں
دل زندہ ہو تو اُس کے لیے تیر کچھ نہیں

موجود ہیں وہ آج بھی لوگوں کے درمیاں،
اِس کے سِوا حیات کی تفسیر کچھ نہیں

اللہ کی زمین پہ اِترا کے مت چلو،
اک امتحانِ ظرف ہے، جاگیر کچھ نہیں

اے یثربِ یقیں! ترا ہر لفظ ہے چراغ
اے کوفۂ گماں! تری تحریر کچھ نہیں

شہرت ملی ہے اُس کو حوالے سے شاہ کے
ورنہ غنیمِ حضرتِ شبّیرؑ کچھ نہیں

منقبت

عزمِ شبیرؑ کرب و بلا کے لیے
راستہ تھا یہی، ارتقا کے لیے

قتلِ مہر و مہ و کہکشاں کا جواز
کوئی مجھ کو بتائے خدا کے لیے

میرے ہاتھوں میں ہے خاکِ راہِ نجف
اب نہ بھٹکوں گا میں کیمیا کے لیے

زائرو! اک طواف، اک سعی، اک سلام
اہلِ بیتِ رسولؐ خُدا کے لیے

سلام

قیامِ جاں ہے قیامت کی رات کے اُس پار
حیات اصل میں ہے اِس حیات کے اُس پار

کچھ اور بھی ہیں شرائط، رضائے مولا کی
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے اُس پار

وہ کم نظر، تب و تابِ حیات کیا جانے
جو دیکھ ہی نہ سکے اپنی ذات کے اُس پار

خدائی بھی ہے یہاں، ناخدائی بھی ہے یہاں
خدا ملے گا مگر پُل صراط کے اُس پار

یہ کہہ کے ڈُوب گیا دشتِ شام کا سورج
کہ ایک دجلۂ خوں ہے فُرات کے اُس پار

تمام ہی جہتیں اُن کے اختیار میں تھیں،
سو اہلِ صبر گئے شش جہات کے اُس پار

کرم ہے یہ بھی اُنھیں کا، کہ پڑھ رہا ہوں سلام
لکھا ہوا وَرَقِ کائنات کے اُس پار

منقبت

گزری جو اہلِ بیت پہ، سب ہم کو یاد ہے
کارِ حیات کیا ہے، مسلسل جہاد ہے

ایثار و خیر، حق و صداقت، صلوٰۃ و صبر
اِس قافلے پہ ہم کو بہت اعتماد ہے

اغیار میں کسی پہ بھی اُتری نہ روشنی
لیکن وہ حُرؓ، جو خوش نظر و خوش نہاد ہے

اب اہلِ درد کھاتے ہیں عباسؓ کی قسم
جس کی وفا بہ منزلۂ استناد ہے

رکھتی ہے آنسوؤں کی چمک حرف حرف میں،
شبنمؔ کی شاعری کہ سزاوارِ داد ہے

امام حسینؓ

تاجِ اعزازِ شہادت تھا جو تقدیرِ حسینؓ
کس طرح باطل سے کرتی صلح تدبیرِ حسینؓ

پرچمِ اسلامیاں کے رنگ ہم سے پوچھیے
زہرِ حلقومِ حسنؓ، خونِ گلوگیرِ حسینؓ

میں یزیدیّت کی بیعت کے لیے تیار ہوں
ہاں، اگر مجھ کو بتا دے کوئی تقصیرِ حسینؓ

امام حسینؓ

میں ترے کردار کا عاشق ہوں اے جانِ رسولؐ!
سرمۂ چشمِ تمنا ہے ترے قدموں کی دُھول

تابِ تہذیبِ مدینہ، آبِ شمشیرِ حسینؓ
ایک سیدھا سا عقیدہ، چند سادہ سے اُصول

موت پر قدرت نہیں تو زندگی کچھ بھی نہیں
تاجِ کسریٰ، تختِ خسرو، گنجِ قاروں، سب فضول

ایک سجدہ ہی بہت ہے زندگی بھر کے لیے
حُسن کی سرکارِ عالی میں جو ہوجائے قبول

عرصۂ کرب و بلا کا فیصلہ کچھ بھی سہی،
دُشمنِ آلِ پیمبرؐ، حشر کا میداں نہ بھول

غالباً شبنم کے آنسو تو نے دیکھے ہی نہیں
اے چمن کے پھول! اپنے حسن پر اتنا نہ پھول

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

امام حسینؓ

روشن کیے ہے مجھ کو اُجالا حسینؓ کا
میں بھی ہوں ایک چاہنے والا حسینؓ کا

زندہ طرح طرح کے حوالوں سے ہوں، مگر
سب سے بڑا ہے اِن میں حوالہ حسینؓ کا

تمثیلِ استقامتِ کردار کی قسم
بے مثل ہی رہے گا ہمالہ حسینؓ کا

یہ تو مقابلہ نہ ہوا، ظلم ہی ہوا،
لڑنے کو فوج تھی نہ رسالہ حسینؓ کا

لمحوں میں جو ہوا، وہ ہے انسانیت کا خون
صدیاں نہ کر سکیں گی ازالہ حسینؓ کا

قدرت کا یہ اشارہ بھی کتنا بلیغ ہے
پرچم لیے ہوئے، گُلِ لالہ حسینؓ کا

اعلانِ حق کی گونج بہت کربلا میں تھی
گویا سکوت بھی تھا مقالہ حسینؓ کا

امام حسینؓ

صدرِ دارین و مصدرِ کونین
تاجداروں کے تاجدار حسینؓ

سر پٹکتی ہیں آج تک موجیں
کر رہی ہے فراتؔ آج بھی بین

بیت میں لکھیے "اہلِ بیتِ رسولؐ"
پھر ادب سے بنایئے "واوین"

دستِ شبیرؓ پر کرے بیعت
چاہتا ہے بقا جو ذوالقرنینؔ

ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں
خیبرؔ و کربلاؔ و بدرؔ و حُنینؔ

کربلا اک مقامِ حیرت ہے
زندگی اور موت کے مابین

بہرِ تفسیرِ آیۂ قرآں
لکھ دیا میں نے ایک لفظ "حسینؓ"

امام حسینؓ

تاریخ یہ کہتی ہے کہ کیا خوب ہیں شبیرؓ
اللہ کے محبوب کے محبوب ہیں شبیرؓ

تاریخ یہ کہتی ہے، وفادار تھے عباسؓ
اک قافلۂ درد کے سالار تھے عباسؓ!

تاریخ یہ کہتی ہے کہ عباسؓ خبر لائے
پانی نہ ملا، خون سے مشکیزے کو بھر لائے

تاریخ یہ کہتی ہے، پھٹا جاتا ہے سینہ
بچی ہے، مگر کتنی بہادر ہے سکینہ

دن آفتاب کا ہے، شب ماہتاب کی ہے
لیکن وہ شمعِ روشن، دن رات ایک سی ہے

اے جانِ اہلِ عرفاں! تُو جانتا ہے سب کچھ
کیا موت کا مزہ ہے، کیا لطفِ زندگی ہے

منقبت

مسلک، غیر انسانی
ریت اور خون اور پانی

خاطرِ آلِ پیمبرؐ
تیر اور تیغ اور خنجر

پہرے دار اور پہرے
اندھے، گونگے، بہرے

صرف اِتمامِ حُجت
عدل اور خیر اور نسبت

خیموں میں وہ چہرے
صدمے دہرے، تہرے

☆☆☆

منقبت

جب علی اکبرؓ شبیہِ آسمانی ہو گیا
جان کا صدقہ بھی معیارِ جوانی ہو گیا

اک گھرانہ لُٹ گیا حق کی حفاظت کے لیے
ایک حق دشمن ملوکیت کا بانی ہو گیا

عابدِ بیمار بھی عینی شہادت کے لیے
کربلا میں اپنے بابا کی نشانی ہو گیا

بابِ زرّیں بن گیا تاریخ کا صبرِ حسینؓ
اور یزیدی کرّوفر قصہ کہانی ہو گیا

سرکشی جس نے بھی کی اُس نے کیا خود کو ہلاک
جس نے اُن پر جان دی وہ غیر فانی ہو گیا

روئیں کیا شبنمؔ، کہ رونے کا سلیقہ بھی نہیں
خون اِن آنکھوں تک آتے آتے پانی ہو گیا

رَبَّنَا

قرآنی آیات کی شعری ترجمانی

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

(۱)

معبود ! ذوق و شوقِ عبادت قبول کر
محبوب ! نذر ہائے محبت قبول کر

پروردگار ! تو ہی سمیع و علیم ہے
اے شہریار! ہم سے یہ خدمت قبول کر

آقا ! ہمیشہ تابعِ فرمان رکھ ہمیں
مالک ! ہماری نسلوں کی طاعت قبول کر

مسجودِ کُل ! طریقِ عبادت بتا ہمیں
محمودِ کُل ! یہ حمد کی جرأت قبول کر

ربِّ رحیم! دولتِ احساس کر عطا
ربِّ کریم ! اشکِ ندامت قبول کر

اے چشمِ یار ! ہم ہیں توجہ کے منتظر
اے کردگار ! حرفِ عقیدت قبول کر

ذاکر ہے دل، سو ذکر ترا ہر نفس میں ہے
شاکر ہوں میں، سو شکر کی نیّت قبول کر

(سُورۃِ بقرہ، آیات ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹)

(۲)

اے مرے مُنعم! مرے پروردگار!
خوانِ نعمت آسمانوں سے اُتار!

ایسی طاعت، جو نشانی ہو تری
ایسی رحمت، جو عطا ہو بے شمار

مومنوں کے واسطے جو عید ہو،
دے ہمیں ایسی بشارت بار بار

تو ہی رازق ہے، تو ہی رزّاق ہے
رزق کا ہے صرف تجھ پر انحصار

میری ساری شاعری، تیری عطا
میری ساری زندگی، تجھ پر نثار

(سُورۃ المایدہ؛ آیت ۱۱۴)

(۳)

جو تُو نہ بخشے، تو دل چاک چاک ہو جائیں
جو تُو نہ رحم کرے، ہم ہلاک ہو جائیں

کیا ہے ظلم بہت ہم نے اپنی جانوں پر
گھٹا کرم کی جو برسے تو پاک ہو جائیں

جو تُو نے ہم کو ملائک سے بھی کیا افضل
زمیں بھی ناز کرے، ہم جو خاک ہو جائیں

کریں جو ذکر ترا، تیرے شرق و غرب میں ہم
ہمارے شام و سحر تابناک ہو جائیں

خدائے عرش! دعا اہلِ فرش کی ہو قبول
ترے حبیبؐ کے قدموں کی خاک ہو جائیں

(سُورۃ اَلاَعراف، آیت ۲۳)

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

سوانحی خاکہ

تخلص : شبنم رومانی

نام : مرزا عظیم احمد بیگ چغتائی

ولد : مرزا اظہر احمد بیگ چغتائی

پیدائش : ۳۰ر دسمبر ۱۹۲۸ء، شاہجہانپور

وفات : ۱۷ر فروری ۲۰۰۹ء، کراچی

تعلیم : بی کام ۱۹۴۸ء، بریلی کالج، آگرہ یونیورسٹی

تصانیف

مثنوی سیرِ کراچی (طنز و مزاح) ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۱ء، ۲۰۱۰ء

جزیرہ (شاعری) ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۴ء

حرفِ نسبت (نعت، منقبت) ۱۹۸۴ء

ہائڈ پارک (ادبی کالم) ۱۹۹۰ء

موزے چلغوزے (بچوں کے لیے نظمیں) ۱۹۹۱ء

تہمت (غزلیں) ۲۰۰۰ء

دوسرا ہمالہ (شاعری) ۲۰۰۵ء

عطرِ خیال (عقیدت) ۲۰۱۷ء

تالیف اور ادارت

غالب، شخص اور شاعر (لیکچرز پروفیسر مجنوں گورکھپوری)

ارمغانِ مجنوں (جلد اوّل اور دوم)

مدیر ماہنامہ ''شبنم'' بریلی ۱۹۴۷ء - ۱۹۴۸ء

مدیر مجلّہ ''اربابِ قلم'' کراچی ۱۹۶۸ء

مدیر صفحۂ ادب' روزنامہ ''مشرق'' کراچی ۱۹۸۳ء - ۱۹۸۵ء

مدیر سہ ماہی ''اقدار'' کراچی ۱۹۹۰ء تاحیات

☆====☆====☆

نعت کے کسی بھی مجموعے کا مطالعہ میرے لیے صرف ایک صنف کا مطالعہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک پُر کیف سرشاری اور معراج روحانی کا وسیلہ بن جاتا ہے اور اگر یہ مجموعہ ایسے کسی باکمال شاعر کا ہو جو عصری شعری منظرنامے پر شاعری کی مروجہ یکسانیت اور بے ہنگم شور سے خود کو بچاتے ہوئے اپنے شاعرانہ وفور اور تخلیقی شعور کو ایک بھرپور سلیقے اور توازن کے ساتھ بامعنی بنانے میں کامیاب رہا ہو تو مطالعے کی لذت یقیناً کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

شبنم رومانی کے شعری عقیدت نامے کا مطالعہ بھی ہمیں اسی نوع کی سرشاری سے ہم کنار کرتا ہے۔ فکر کی بلندی اور احساس و ادراک کی پاک ریاضتیں اس عقیدت نامے میں ہمیں صاف دکھائی دیتی ہیں یوں بھی شبنم رومانی کی تمام تر شاعری تغزل اور غنایت کی ایک ایسی جمالیاتی فضا تخلیق کرتی ہے جس میں دور دور تک وجدانی تجربوں کی نقش گری ہے۔

"عطرِ خیال" سراسر والہانہ عقیدت اور شاعرانہ جمالیات کا مرقع ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کامیاب غزل گو ہی کامیاب نعت گو ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت ہمارے اکثر بڑے غزل گو شعرا نے اپنے نعتیہ مجموعوں اور نعتیہ کلام سے فراہم کیا ہے۔ مگر کوئی کامیاب غزل گو اسی وقت نعت گوئی کا حق ادا کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے جب اُسے نعت کے لوازمات اور حدود و قیود کے ساتھ ساتھ حفظِ مراتب و آدابِ تکلم کا شعور بھی میسر ہو اور اسے یہ احساس بھی رہے کہ نعت لامحدود امکانات کی شاعری ہے۔

شبنم رومانی بھی بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں مگر انھوں نے اپنی شاعرانہ ریاضت اور اسلوب کو بخوبی نعت میں استعمال کیا ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری میں ان کی غزل کی تمام فنی خوبیاں پوری طرح نمایاں ہوئی ہیں۔ وہی دردمندی و تہہ داری، وہی سلاست و تازگی، وہی خودسپردگی و عاجزی اور وہی جذبات کی دھیمی رَو اور احساس کی شدت جو ان کی غزل کا سرنامہ ہے نعت کا جزوِ بخت دکھائی دیتی ہے۔

دینی اقدار سے محبت، بزرگوں کی صحبت اور روحانی ریاضتوں کے فیض نے انھیں کیف و سرور اور سوز و گداز کی وہ نعمت عطا کی جو نعتیہ شاعری کا جوہر تصور کی جاتی ہے۔ یوں ان کے افکار کی پاکیزہ روشنی اور عشق کے صادق جذبوں کی مہک سے جو عطر کشید ہوا وہ "عطرِ خیال" کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ میرے نزدیک یہ مجموعہ جذبے کی گہرائی و گیرائی، اسلوب کی تازگی، شاعرانہ تجربے کی نزاکت و لطافت اور خیالات و مضامین کی بوقلمونی کے باعث اُردو نعت کے ذخیرے میں ایک بیش بہا اور یادگار اضافہ ہے۔

——— صبیح رحمانی

ISBN: 9789698918385

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books